ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء
عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

غلام احمد قادیانی
الہام ۱۳۰۱ھ

نمبر ۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ
الفضل قادیان پنجاب

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل
قادیان
اخبار ہفتہ میں تین بار
فی پرچہ تین پیسے

ایڈیٹر
غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی
للعہ
ششماہی للعہ
سہ ماہی عہ

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

جلد ۱۳

نمبر ۲۷

مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۲۵ء
یوم شنبہ
مطابق ۱۵ صفر ۱۳۴۴ھ

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے ٭

خاندان نبوت میں ہر طرح خیریت ہے۔

مریم صدیقہ بنت جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کا بخار خدا کے فضل سے ٹوٹ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پوری صحت اور تندرستی عطا فرمائے۔

تبلیغی وفود کے مددگار علماء میں بعض وجوہات کی بناء پر تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ اور ان کی روانگی کے انتظام کئے جا رہے ہیں ٭

مضافات قادیان میں کچھ دنوں سے ملیریا پھیلا ہوا تھا لیکن اب قادیان میں بھی اس کی شکایت پیدا ہو رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ سب کو محفوظ و مصئون رکھے ٭

دلچسپ نوٹ

(ترجمہ از ریویو آف ریلیجنز انگریزی ماہ جولائی ۲۵ء)

مسیح کی آمد ثانی

مسٹر جے ایف رتھرفورڈ "دی ہارپ آف گاڈ" نامی اپنی تصنیف میں جو ۱۵۰۰۰ چھپ چکی ہے لکھتے ہیں:

"سب سے زیادہ ضروری امر جس کی طرف تمام پیشگوئیاں اشارہ کرتی اور جس کے لئے حواریان مسیح چشم براہ تھے جناب مسیح کی آمد ثانی تھی۔ اپنی آمد کے زمانہ کو حضرت مسیح نے نہایت بابرکت زمانہ بتایا ہے۔ چنانچہ دانیال کی کتاب میں ہے:

"مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔ اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک آتا ہے" دانی ایل ۱۲/۱۲

لاریب منتظرین سے مراد اس جگہ وہی اشخاص ہیں۔ جنہیں جناب مسیح نے اپنی واپسی کے لئے چشم براہ رہنے کی ہدایت کی۔ اگر اس پر غور کیا جائے۔ اور اسکو سمجھا جائے تو یہ تاریخ یقیناً اس وقت کو معین کر دیتی ہے۔ جس میں جناب مسیح کو دوسری بار آنا چاہیئے۔ پس اگر وہی قاعدہ کہ ایک دن ایک سال کے لئے سمجھا جائے۔ تو ۵۳۹ء کے بعد ۱۳۳۵ دن ہم کو ۱۸۷۴ء میں لے آتے ہیں۔ جو کہ بائبل کے علم تاریخ کے مطابق جناب مسیح کی آمد ثانی کا وقت ہے۔ اگر یہ حساب درست ہے۔ تو اس وقت کے بعد ہمیں بعض ایسے نشانات کی جستجو کرنی چاہیئے۔ جن سے ہمیں آقا مسیح کا پتہ لگ سکے"

یہ حساب بالکل ٹھیک اترا۔ حضرت احمد نبی علیہ السلام قادیانی کی ذات بابرکات سے تمام وہ پیشگوئیاں پوری ہوگئیں جو حضرت یسوع مسیح کی آمد ثانی کے متعلق تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلا الہام ۱۸۷۵ء کے قریب ہوا۔ مبارک ہے وہ جو اس پر ایمان لائے۔

مغربی تہذیب

کہتے ہیں کہ ریورنڈ ڈاکٹر فلپ بیرد سپرنٹنڈنٹ "ایلینوس ویلفیئر ایسوسی ایشن" امریکہ

نے حسب ذیل بیان دیا ہے :-

"ایام گذشتہ میں بعض دفعہ مجھے خیال گذرتا تھا کہ یہ قوم بعینہٖ اسی طرح تباہ و برباد ہو جائے گی۔ جس طرح کہ روم تباہ و برباد ہوا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی جمہوریت کی انتہائی بلندی تک پہنچ گئے ہیں۔ اور اب ہم جھولے کو اس جھولے کے دوسری طرف ہونگے۔

اقوام کی تاریخ سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہمیشہ جھولے کی مانند ہوتی ہیں۔ وہ بلندی پر پہنچتی ہیں۔ جس کی انتہا تمول پرستی۔ شراب خوری۔ تماش بینی اور اخلاقی زوال ہے اور پھر تنزل شروع ہو جاتا ہے۔

موجودہ زمانہ کے رقص و سرود کا نام ہی احساسات اور جذبات کا مقابلہ رکھتا ہوں۔ جس سے رقص یا دہ خواری کا بُرملا مت طریق پر چولی دامن کا تعلق رکھتی ہے

شراب خانہ خراب عقل پر پردہ ڈالدیتی اور بدی کا مقابلہ کرنے والی طاقت کو معدوم کر دیتی ہے۔ اس کے علاوہ مرد اور عورت دونوں کے جذبات کو بھڑکا دیتی ہے ناچ بھی یہی نتائج پیدا کرتا ہے۔ پس ان دونوں کا استعمال ایک فعل شیطانی ہے۔ جس سے نوجوانوں کا باز رہنا ایک گونہ مشکل ہو گیا ہے۔

ہمارے بچپن اور ہمارے موجودہ رسم و رواج ہماری نوخیز لڑکیوں کے لئے حیا سوز ثابت ہو رہے ہیں۔ رسم و رواج سے میرا مطلب متحرک تصاویر اور بائسکوپ وغیرہ کے نظارے ہیں۔ یعنے قوائے شہوانی میں ہیجان پیدا کرنیوالے وہ مناظر جو پیہم ہمارے پیش نظر کئے جاتے ہیں۔

نوخیز لڑکیاں سینما میں جاتی ہیں۔ جہاں وہ کچھ ایسی باتیں دیکھتی ہیں۔ جو دوسری نسلوں کی لڑکیوں نے پہلے کبھی دیکھی نہیں ہوتیں۔ وہاں تخلیہ کے نظارے کثرت سے ہوتے ہیں اور تصویریں ان شہوت خیز نظاروں پر ہشتی ہیں" ۔

پاک نوشتہ

ایک پادری صاحب بیان کرتے ہیں کہ صرف بیسویں صدی میں پچیس دفعہ سے زیادہ بائبل کے نئے ترجمے ہوئے اور اس کی تصحیح کی گئی۔ پادری صاحب موصوف اسبات پر افسوس کرتے ہیں حق بجانب ہیں کہ "الہامی کلام ایک ایسے بیان کے ساتھ بدل گیا ہے۔ جس میں غیر معمولی طور پر دست اندازی کانٹ چھانٹ تغیر و تبدل اور تحریف لفظی و تحریف معنوی کی گئی ہے"۔ پادری صاحب اسبات پر بھی افسوس کرتے ہیں کہ یہ "زندہ کلام ایک ایسا مکان بن گیا ہے۔ جس میں گڑبڑ اور ابتری پھیلی ہوئی ہے"۔

اخبار احمدیہ

قابل شادی لڑکے لڑکیوں کی فہرست

قابل شادی لڑکے و لڑکیوں کی فہرست جن کے نام امور عامہ میں درج تھے چھپ گئی ہے۔ یہ فہرست آئندہ انشاء اللہ باقاعدہ شائع ہوا کرے گی۔

جملہ انجمن ہائے احمدیہ کو چاہیئے۔ کہ اس فہرست کو منگوائیں تا مقامی جماعت کے رشتہ و ناطہ کے انصرام میں مدد ملے۔

قیمت فہرست ایک روپیہ اور محصولڈاک ۱ر ہے۔ علاوہ انجمنوں کے اور لوگ بھی خریدنا چاہیں تو اسی قیمت پر خرید سکتے ہیں۔

نیز آئندہ اس فہرست کی تکمیل کے لئے اس امر کا لحاظ ضروری ہے۔ کہ جن لڑکے اور لڑکیوں کے رشتہ مقامی یا متصل جماعتوں میں دستیاب نہ ہو سکیں۔ ان کے نام اور پورے حالات لکھ کر دفتر ہذا میں بھیج دیا کریں تا آئندہ اڈیشن میں ان کو درج فہرست کر دیا جایا کرے۔

یہ کام سکرٹری امور عامہ کے متعلق ہے۔ جن انجمنوں میں ابھی تک سکرٹری مقرر نہ ہوئے ہوں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ اپنی جماعت کے لئے جلد سکرٹری امور عامہ منتخب کر کے مجھے اطلاع دیں۔ والسلام۔ ذو الفقار علی خان ناظر امور عامہ

پتوں کی ضرورت

نظارت دعوۃ و تبلیغ میں مندرجہ ذیل طبقوں کے احمدی احباب کے اسماء اور خط و کتابت کے لئے مفصل پتوں کی ضرورت ہے۔ پس جو احباب ان میں سے کسی میں کام کر رہے ہیں۔ (اندرون ہند یا بیرون ہند) وہ براہِ نوازش جلد سے جلد اپنے اسماء گرامی اور مفصل پتوں سے اطلاع دے کر مشکور فرماویں۔

وکلاء - بیرسٹرز - مجسٹریٹ - انسپکٹرز آف سکولز - انگلش ٹیچرز - پروفیسر آف کالجز - ڈاکٹرز - انگریزی دفاتر کے کلرکس۔ فتح محمد سیال - ناظر دعوت و تبلیغ ۲۵/۹/۱

تقرر امیر

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ نے جماعت احمدیہ جہلم کے لئے مستری اللہ دین صاحب کو اور مولوی عبد اللہ مالاباری مولوی فاضل کو علاقہ مالابار کے لئے امیر مقرر فرمایا ہے۔ ناظر اعلیٰ قادیان

درخواست دعا

(۱) جماعت ڈیرہ غازیخان کے دو معزز ممبر فوجداری مقدمات کی وجہ سے سخت ابتلا میں ہیں۔ احباب درد دل سے دعا کریں۔ کہ خدا تعالےٰ ان کو باعزت بری کرے۔

محمد عثمان - ڈیرہ غازی خاں

بقیہ صفحہ ۷

معلوم ہوتی ہے۔ کہ امامت کرانے اور پڑھانے کے لئے ہوتا ہے لیکن بعض انبیاء کا اتنا بھی پتہ نہیں ملتا۔ کہ وہ کیوں آئے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص ایک نبی کے کاموں کو دیکھکر یہ کہدے کہ انہی کاموں کے لئے وہ آیا تھا۔ لیکن یہاں یہ سوال نہیں۔ یہاں تو یہ سوال ہے۔ کہ وہ کام اس کے آئے بغیر کسی اور طرح ہو سکتا تھا یا نہیں؟

نبی کے آنے کی غرض

حضرت مرزا صاحب کے کاموں کے متعلق سوال کرنے والے لوگ چونکہ خیال کرتے ہیں۔ کہ نبی جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ بھی کوئی کام ہے جو انہوں نے کیا۔ یہ تو ہمارے ہاں کے مولوی ملانے کر رہے ہیں اور اگر ان ہی کاموں کی بدولت وہ نبی ہو سکتے ہیں تو یہ مولوی وغیرہ بھی نبی ہوئے۔ مگر وہ نہیں سمجھتے کہ خدا تعالےٰ بعض خاص ضرورتوں کے ماتحت ایک نبی کو پیدا کرتا ہے اور جو کام وہ کرتا ہے دوسرے ہرگز وہ کام نہیں کر سکتے۔ بعض دفعہ وہ ضرورتیں بھی ایسی مخفی ہوتی ہیں کہ عام لوگ انہیں سمجھ نہیں سکتے۔ ایسے لوگ مقام نبوت سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں اور نہیں جانتے کہ نبوت کی شرطوں میں سے یہ نہیں کہ نبی مادی کام بھی کرتا پھرے۔ وہ صرف روحانی کام کرتا ہے اور لوگوں کو کھینچ کر اس نور کی طرف لاتا ہے۔ جس سے منہ موڑ کر وہ اندھیرے کی طرف رُخ کر رہے ہوتے ہیں۔ اور ہر نبی کا ماننا ضروری ہوتا ہے۔

آج میں صرف اس تمہید کو بیان کرتا ہوں اور انشاء اللہ تعالےٰ اگلے چار پانچ خطبوں میں چار پانچ کام ایسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بتاؤں گا۔ جن سے ظاہر ہو۔ کہ آپ کے آنے کی کیا ضرورت تھی اور یہ بھی کہ آپ کے سوا کوئی اور ان کاموں کو کر نہیں سکتا۔ تاکہ اس وقت تک جماعت کے لوگوں کے کام آسکیں جب تک مجھے یا کسی اور دوست کو اس مضمون پر کسی کتاب کے لکھنے کی توفیق ملے۔

تبلیغ میں سعی

میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہمارے دوست ان خطبات کو مد نظر رکھکر خود بھی فائدہ اٹھائینگے اور پھر تعلیم یافتہ حلقہ کو بھی اس سے مستفید بنانے کی کوشش کرینگے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض دوست پہلے بھی کام کر رہے ہیں۔ اور لوگوں کو اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ایسی ایسی ضرورتیں بتا رہے ہیں۔ لیکن بہت سے غافل ہیں اور ان کی غفلت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ جبکہ تمام دنیا ہلاکت کے گڑھے پر کھڑی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ نبی کی جماعت کہلا کر کیونکر وہ ایسا دیکھنا گوارا کر سکتے ہیں۔ پس میں سب کو کہتا ہوں کہ وہ ان باتوں کو سمجھیں۔ اور دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالےٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔ کہ اپنے فرائض کو

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)
الفضل
قادیان دارالامان - مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۲۵ء

پاداش ظلم و ستم

اٹلی کے مقابلہ میں کابل کی ذلت آمیز شکست

نمبر (۲)

"زمیندار" نے جس طرح کابل کے اس سفاکانہ فعل کی تائید اور حمایت میں سب سے زیادہ زور لگایا۔ جس کا ارتکاب بے گناہ اور امن پسند احمدیوں کی سنگساری کی شکل میں کیا گیا۔ اسی طرح اس نے اٹلی کے مقابلہ میں کابل کی شان اور عظمت ثابت کرنے کے لئے اور دنیا کو یہ بتانے کے لئے کہ کابل اب وہ کابل نہیں جو پہلے تھا۔ بلکہ ایک نہایت زبردست اور طاقتور حکومت ہے۔ کابل کی مدح سرائی میں متواتر صفحات کے صفحات سیاہ کر دئے تھے۔ لیکن جس طرح نہ صرف وہ کابل کے دامن سے احمدیوں کے سفاکانہ قتل کے دھبے نہ چھڑا سکا۔ بلکہ اسلام کی پاک اور بے عیب تعلیم کو بدنام کرنے اور بہت اعتراضات بنانے کا موجب ہوگیا۔ اسی طرح کابل کی بے جا اور فضول توصیفیں کرنے اور خواہ مخواہ کی ڈینگیں مارنے سے وہ دنیا میں کابل کی کوئی وقعت قائم نہ کر سکا۔ بلکہ الٹا اس کی ذلت اور رسوائی کا باعث بن گیا۔ اور اب جبکہ کابل نے اٹلی کی نہایت ذلیل کن شرائط کو مان لیا۔ اور اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ اگر "زمیندار" خود بھی اپنے ان مضامین کو پڑھے۔ تو اس کے لئے سوا اس کے کوئی چارہ نہ ہوگا کہ چپنی میں پانی ڈال کر ڈوب مرے۔

کابل میں احمدیوں کے ظالمانہ قتل کی حمایت میں "زمیندار" نے جو مضامین شائع کئے تھے۔ ان کے متعلق تو یہ کہا جا سکتا تھا۔ کہ مولوی ظفر علیخان صاحب کے سینہ میں جماعت احمدیہ کی عداوت اور دشمنی کا جو دیرینہ ناسور ہو رہا تھا۔ اور چونکہ اس کی بدبو احمدیوں کی قوت شامہ تک اور اس کے ناپاک چھینٹے ان کے ملبوسات تک پہنچ سکتے تھے۔ اس لئے مولوی صاحب نے اپنے ناسور کی بدبو پھیلانے اور چھینٹے اڑانے میں ساری قوت اور طاقت صرف کر دی۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ "زمیندار" کے صفحات پر کابل کی حمایت کرتے ہوئے اٹلی کے وزیراعظم کو کوسنے اور گالیاں دینے کے علاوہ کابل کی خیالی اور وہمی طاقت سے ڈرانے اور دھمکیاں دینے سے اٹلی پر کیا اثر پڑ سکتا تھا کہ مولوی صاحب نے "زمیندار" کے صفحوں کے صفحے سیاہ کر دئے۔ "زمیندار" کا وزیراعظم اٹلی کے پاس پہنچنا تو الگ رہا۔ اٹلی میں پہنچنا بھی بڑی بات ہے۔ پھر زمیندار کے پاس کابل کی وکالت کا کوئی پروانہ بھی نہیں۔ ایسی حالت میں اس کا خواہ مخواہ دخل دینا اور دخل بھی ایسے رنگ میں دینا گویا مولوی ظفر علی خان صاحب گھر بیٹھے اپنے قلم کی کشش سے ہی اٹلی کا تختہ الٹ دینگے۔ اور کابل کو کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ حد درجہ کی جہالت اور نادانی نہیں تو اور کیا تھا۔ لیکن اصل بات یہ ہے۔ جب خدا تعالیٰ کسی متکبر اور جفاکار کو اس کی ستم کاریوں کے بدلہ میں ذلیل و رسوا کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کے خاص الخاص حامیوں اور ہوا خواہوں سے بھی ایسے افعال کراتا ہے جو بظاہر تو اس کے فائدہ اور نفع کے لئے کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان کے نتائج اس کی ذلت اور رسوائی میں اور زیادہ اضافہ کا باعث بن جاتے ہیں۔ یہی حال "زمیندار" کی اس خیرخواہی اور ہمدردی کا ہوا۔ جس کا نقاب اوڑھ کر مولوی ظفر علی خان صاحب نے اس کے طول طویل صفحات میں کابل کی حمایت اور اٹلی کی مخالفت میں ایک نہ دو اکٹھے سات مضامین لکھے۔ اب میں بتاؤں گا۔ کہ ان مضامین میں کابل کی رسوائی کے کس قدر اور کس طرح سامان کئے گئے۔

مولوی ظفر علیخان صاحب نے اپنے اس مضمون کے عنوان میں وزیراعظم اٹلی کے الٹی میٹم کو "مسولینی کی گیدڑ بھبکی" اور کابل کو "جنگل کا شیر" قرار دیتے ہوئے یہ بتانا چاہا کہ اٹلی کابل کے مقابلہ میں جو شیر ہے۔ ایک گیدڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس عنوان سے ہی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ مولوی صاحب نے اپنے مضمون میں کابل کی حمد و ثنا اور اٹلی کی مذمت اور برائی میں کس قدر زور لگایا ہوگا۔ مگر افسوس! جسے انہوں نے شیر کہا۔ وہ گیدڑ ثابت ہوا۔ اور گیدڑ شیر بن گیا۔

عنوان کے بعد تمہید میں اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ جب مسلمانوں پر عالمگیر تباہی و بربادی کے بادل چھا گئے ان کی حکومتوں میں ضعف و زوال آ گیا اور مسلمان حکمران یورپ کے حکمرانوں کے پاؤں تلے روندے جانے لگے تو اس حالت کو دیکھ کر

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح جنت الفردوس میں اپنی امت کی ان عالمگیر رسوائیوں کے صدمہ سے بے قرار تھی۔ خدائے بزرگ و برتر کی غیرت اس قیامت آفرین نظارہ کی تاب نہ لا سکتی تھی۔ کہ اس کے بندے جن کو دنیا و آخرت میں سربلند رکھنے کا وعدہ وہ ازل سے فرما چکا ہے۔ طاغوت پرستوں کے مقابلہ میں یوں ذلیل ہوں۔ آخر اس کی رحمت کا چشمہ ابلا۔ اور اس چشمہ کی گوناگوں موجیں مراکش سے لیکر افغانستان تک ہر اس ذلت ہر اس رسوائی کو جس سے ملت بیضا کا دامن داغدار تھا۔ ایک ہی ریلے میں بہا لے گئیں۔" (زمیندار ۱۲ جولائی)

اب جبکہ "افغانستان" نے اٹلی کی ان شرائط کو جنہیں خود "زمیندار" ذلت آمیز اور رسوا کن قرار دے چکا ہے۔ اور خود اہل کابل ان کے متعلق اپنا یہی خیال ظاہر کر چکے ہیں۔ قبول کر لیا ہے۔ تو کیا یہی کہا جائے گا "کہ چشمہ رحمت کی گوناگوں موجیں افغانستان سے ہر قسم کی ذلت اور رسوائی کو بہا کر لے گئی ہیں۔" اور "طاغوت پرستوں کے مقابلہ میں" "خدائے بزرگ و برتر کا وہ بندہ" جسے اسلام کی واحد امید کہا جاتا۔ اور جسے بے کس اور بے بس احمدیوں کو سنگسار کرنے کے کارنامہ کے صلہ میں شریعت غرا کو زندہ کرنے کا خطاب پیش کیا گیا تھا ذلیل و رسوا نہیں ہوا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کا شبہ ہی نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ نہ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح جنت الفردوس میں ان مسلمان کہلانے والوں کی عالمگیر رسوائیوں کے صدمہ سے بے قرار تھی اور نہ خدائے بزرگ و برتر کی غیرت جوش میں آئی۔ البتہ اگر یہ کہا جائے تو درست ہو سکتا ہے کہ کابل کے ننگ اسلام مسلمانوں کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے ابھی اور عالمگیر رسوائیوں کی ضرورت سمجھی گئی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی غیرت اس قیامت خیز نظارہ کی تاب نہیں لا سکتی۔ کہ اس کے بے گناہ اور بے شر بندے جن کے متعلق وہ یہ فرما چکا ہے۔ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین کہ دنیا و آخرت میں عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں

کے لئے ہی ہے ۔ محض اس وجہ سے سفاکانہ طور پر ہلاک کئے جائیں کہ وہ کیوں خدا اور اسکے رسول کی منادی کرتے اور اس کے فرستادہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت دیتے ہیں ۔ بس اس نے اس حکومت کو جس نے خدا کے ایسے بندوں کو اپنی طاقت اور زور کے گھمنڈ میں بخیال خویش ذلت اور رسوائی کی موت مارا ۔ ایک ایسی حکومت سے جو بالفاظ زمیندار "طاغوت پرست" ہے ۔ ذلیل اور رسوا کر کے بتا دیا کہ ذلت اور رسوائی اسے کہتے ہیں ۔ جسے ذلیل ہونیوالے خود اور ان کے تمام ہوا خواہ ذلت قرار دیں ۔ نہ کہ خدا کی راہ میں خوشی خوشی جفاکاروں کے ہاتھوں ہلاک ہو جانا ذلت اور رسوائی ہے ۔

پھر اٹلی کے الٹی میٹم کو "زمیندار" نے خود اٹلی کے لئے موت اور تباہی کا باعث قرار دیتے ہوئے لکھا تھا ۔

"افغانستان جب ۱۹۱۹ء میں ایک خونریز جنگ کے بعد فتح و نصرت کے پھریرے اڑاتا ہوا دنیا کی آزاد و خود مختار اقوام کا ہم چشم بن گیا ۔ اور دول یورپ کے ساتھ اس کے سفارتی تعلقات قائم ہو گئے ۔ تو میرا خیال تھا کہ مسیحیت اپنی اس متکبرانہ روش سے باز آ جائیگی ۔ جو اس نے گذشتہ چند صدیوں سے دول مشرقیہ کے مقابلہ میں اختیار کر رکھی ہے ۔ یورپ کے ملوکیت پرست جو اپنے آپ کو تہذیب انسانی کا استاد اعظم اور امن کائنات کا مصلح اکبر سمجھنے کے خوگر تھے ۔ یہ دیکھ کر کہ جیعش کو ہانک کر لے جانے کے لئے ایک موٹا سا لٹھ اقوام ایشیا کے ہاتھ میں بھی آ گیا ہے ۔ اپنی پرانی اکڑ فوں چھوڑ دینگے ۔ مسیحیوں کو مشرق کی بیداری کے اسباب و مسلسل مشرقیوں کی توہین و تذلیل کے ہولناک نتائج و عواقب پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی توفیق بخشی جائے گی ۔ اور ان کو معلوم ہو جائیگا کہ ان کی خدائی فوجداری کا دور ختم ہو چکا ہے اسلام نے سوتے سے کروٹ لی ہے ۔ اور دنیا کی قسمت کا فیصلہ کرنے میں وہ زیادہ نہیں ۔ تو کم از کم ان کا برابر کا شریک ضرور ہو چکا ہے ؎

سپہر آں بساط کہن در نوشت
بساطے دگر ملک را تازہ گشت

لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ نخوت و تکبر اور رعونت و تبختر کے ان متحجر دیوتاؤں کا کاسۂ سر ابھی آہنگر مشرق کے تپک گراں کی چند اور پیاپے ضربوں کا محتاج ہے ۔ اور جب تک انکی کنپٹی کی تواضع اور بھی دو ایک کوہ شکن مکوں سے نہ کی جائیگی یہ ہرگز اپنے طور طریقے نہ چھوڑینگے ۔ (زمیندار ۲۳ جولائی)

ان سطور میں "زمیندار" نے کابل کی شان و عظمت کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے نہ صرف اٹلی کو بلکہ سارے یورپ کو مخاطب کر کے کہا تھا ۔ چونکہ ایشیا کے ہاتھ میں کابل "ایک موٹا سا لٹھ آ گیا ہے" ۔ اس لئے اب اسے پرانی اکڑ فوں چھوڑ کر مشرقیوں کی تذلیل اور توہین کے نتائج پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے تھا ۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا ۔ کیونکہ اٹلی نے کابل کو ہتک آمیز الٹی میٹم دے کر اس کی سخت توہین اور تذلیل کی ہے ۔ اس وجہ سے کابل کو ضرورت پیش آ گئی ہے ۔ کہ اپنے کوہ شکن مکوں سے اسکی تواضع کرے ۔

مگر دیکھنے کے قابل یہ بات ہے ۔ کہ کابل نے بقول "زمیندار" "مشرق کا آہنگر" بنکر اپنے "تپک گراں" سے اٹلی کے کاسۂ سر پر پیاپے ضربات لگائی ہیں ۔ یا خود اس کی ایک ہی ضرب سے اوندھے منہ گرا ہے ۔ اس کے لئے ان شرائط کو دیکھ لینا چاہیئے ۔ جو کابل نے منظور کی ہیں اور پھر بتانا چاہیئے ۔ کہ کیا یہی ثبوت ہے اس بات کا کہ مسیحیوں کی "خدائی فوجداری کا دور" ختم ہو گیا ۔ اور اسلام نے سوتے سے کروٹ لے لی ۔ اور کیا اسی گھمنڈ پر "زمیندار" کابل کی طرف سے سارے یورپ کو دھمکیاں دے رہا تھا ۔ کیا "زمیندار" اپنے ان الفاظ کے مقابلہ میں کابل کی خود اختیار کردہ ذلت کو دیکھ کر کچھ ندامت اور شرمندگی محسوس کریگا ۔

آریہ سماج میں بیواؤں کی شادی

ستیارتھ پرکاش کا مطالعہ کرنیوالے جانتے ہیں کہ سوامی دیانندجی نے ستیارتھ پرکاش کے چوتھے باب کے سوال نمبر ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱ کے جواب میں بڑی شدومد سے ودھواؤں کے پنر وواہ (نکاح ثانی) کی مخالفت کی ہے اور نہ صرف مخالفت کی ہے ۔ بلکہ بخیال خویش اس کے نقائص بھی بیان کئے ہیں ۔ یہ کتاب جیسا کہ عام طور پر ظاہر ہے سوامی جی کے پیرووں کے لئے بطور تعلیم کے ہے ۔ مگر تعجب ہے سوامی جی کے پیرو کار بہت جلدی اس سے بیزار ہو گئے ابھی بمشکل نصف صدی گذری ہوگی کہ یہ تعلیم نامراد ثابت ہوئی اور اسے ترک کر دیا گیا ۔ مگر اب یہ دیکھنے میں آ رہا ہے ۔ کہ آریہ اس کے بوجھ سے اپنے کندھے نکال رہے ہیں ۔ گویا یہ تعلیم ایسی نکمی اور پر عیوب ہے کہ دوسرے تو الگ رہے ۔ خود آریہ اس پر عمل کرنے سے شرماتے ہیں ۔ مثلاً سوامی جی نے تو روک دیا کہ ہندو بیواؤں کا نکاح ثانی نہیں کرنا چاہیئے ۔ لیکن جب پہلے ہی قدم پر اس تعلیم کے خطرناک نتائج نکلنے شروع ہوئے تو آریہ گھبرا گئے ۔ اور برخلاف اپنے رشی کی تعلیم کے یہ کہنا شروع کر دیا کہ بیوگان کا نکاح ضرور کرنا چاہیئے چنانچہ باسوا اور کوششوں کے کئی ایک شادی ایجنسیاں ہندوؤں میں ایسی جاری ہو گئیں جو ودھواؤں کے وواہ کا کام سر انجام دیتی ہیں اور سوامی شردھانندجی نے بھی تیج "کے کسی گذشتہ پرچہ میں بہت سی برائیوں کا علاج یہی بتلایا کہ ودھواؤں کا وواہ کر دینا چاہیئے ۔ اب ہم ۱۶ اگست کے ملاپ میں گاندھی جی کی رائے پڑھتے ہیں ۔ جو یہ ہے ہم

"میں نے اسبات پر وچار کیا ۔ تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ جو بدھوا برہمچریہ پالن نہ کر سکتی ہو ۔ اس کا پنر وواہ کرنا ضروری ہی نہیں ۔ بلکہ دھرم ہے ۔"

اس رائے کو بڑے فخر سے درج کرتا ہوا ملاپ جو کٹر آریہ اخبار ہے لکھتا ہے ۔

"ہماری رائے یہ ہے کہ اگر ودھوا وواہ ہندو سوسائٹی میں پرچلت ہو جائے تو ہندو جاتی کے نصف دکھ کرج دور ہو سکتے ہیں ۔ اور ان دکھوں کا دور کرنا دھرم ہے ۔"

یہ بالکل صحیح لیکن کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ سوامی دیانندجی نے ودھوا وواہ کی ممانعت کر کے ہندو جاتی کو اس قدر دکھوں میں مبتلا کر دیا ۔ جو انکی سب تکلیفوں سے نصف کے برابر ہیں ۔ اور کیا ایک مصلح اور رشی کی یہی شان ہوتی ہے ۔ اسبات پر غور کرنے سے سوامی جی کی تعلیم اور انکی اصلاح کی حقیقت کھل جاتی ہے ۔

ڈاڑھی کے خلاف ترکی حکم

حکومت ترکی نے جو پہلے ہی یورپ کے رسم و رواج کی مقلد بنی ہوئی ہے ۔ ۱۸ جولائی کو ایک سرکاری حکم جاری کیا ہے ۔ جس میں ترکی جنداریہ کا ڈاڑھی رکھنا خلاف صحت قرار دیا گیا ہے ۔ (ملاپ ۱۶ اگست بحوالہ ٹائمز)

کیا یہ شعار اسلامی کی بے حرمتی اور سنت نبوی سے سرکشی نہیں ۔ اگر ڈاڑھی کا رکھنا انسانی صحت کے لئے مضر ہوتا تو اسلام کبھی اس کا حکم نہ دیتا ۔ دراصل یہ یورپ پرستی کے لئے محض بہانہ سازی ہے ۔ اور ترکوں کے حکمران طبقہ کی اس خام خیالی کا نتیجہ ۔ کہ اہل یورپ پیش و بروت کی صفائی سے میدان دنیا میں ترقی کر رہا ہے اور جب تک وہ ان کے نقش قدم کی پوری پوری پیروی نہ کرینگے ۔ ترقی نہ کر سکیں گے ۔ حالانکہ مسلمانوں کے لئے یہ ارشاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

حضرت مرزا صاحب نے مبعوث ہو کر کیا کیا

ازحضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

فرمودہ ۲۸ اگست ۱۹۲۵ء

بعد تلاوت سورہ فاتحہ فرمایا:-

میں آج ایک ایسے مضمون کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا تھا۔ جو اس زمانہ میں ہمارے تبلیغی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت ہی اہم اور ضروری ہے۔ لیکن چونکہ میری طبیعت کچھ کمزور ہے۔ اور رات سے مجھے کچھ حرارت سی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے میں آج اس مضمون کے متعلق مختصر تمہید بیان کروں گا۔ یہ مضمون ایسا اہم ہے کہ ایک مستقل کتاب چاہتا ہے۔ اور ایسا باریک ہے۔ کہ کئی رنگ میں اس پر بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ تا کہ لوگ اسے اچھی طرح سمجھ سکیں۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ چونکہ ہماری جماعت کے دوستوں کو اس کی فوری ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اور ان کی تبلیغ کے راستے میں بعض دفعہ یہی سوال مشکلات پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ چند خطبوں میں اس کے بعض حصوں کو بیان کر دیا جائے۔ پھر اگر توفیق ملی۔ تو تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کر دی جائے گی۔ بعض دوستوں کو اور خود مجھے بھی اس بات کی خواہش رہی ہے۔ کہ اس مضمون کے متعلق ایک کتاب لکھوں۔ لیکن اس وقت میں چند خطبوں کے ذریعے اس مضمون کے بعض حصے بیان کرتا ہوں۔ جو اس وقت تک انشاء اللہ تعالیٰ مفید ہونگے۔ جب تک کہ مجھے یا کسی اور دوست کو اس قسم کی کتاب لکھنے کی توفیق ملے ؛

ایک سوال ہمارے بعض دوست جن میں باہر کے دوست بھی شامل ہیں بیان کرتے ہیں۔ اور اب بھی ایک دوست نے جو باہر سے آئے تھے۔ یہ سوال بیان کیا تھا۔ کہ لوگ ہم سے پوچھتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے کیا کیا۔ کہ ہم انہیں مانیں۔ اور ان کی جماعت میں داخل ہوں۔ ایک عام آدمی کے لئے جو کہ مضامین کی گہرائیوں میں نہیں جاتا۔ اتنا بتا دینا کافی ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود خدا کے مامور تھے اور پہلی کتابوں کی پیشگوئیاں ان پر صادق آئیں۔ اور ان کی اپنی پیشگوئیاں بھی ثابت ہوئیں۔ اور بعض نشانات بھی ظاہر ہوئے۔ جن سے معلوم ہوا۔ کہ وہ خدا کی طرف سے تھے اور چونکہ وہ خدا کی طرف سے تھے۔ اس لئے ان کو ماننا چاہیئے۔

آنیوالے کی ضرورت کا سوال کثیر حصہ ایسا ہے۔ کہ اگر اس پر کسی کا خدا کی طرف سے آنا اور بعض پیشگوئیوں کا اس پر صادق آنا اور اس کی اپنی پیشگوئیوں کا بھی پورا ہونا ثابت کر دیا جائے تو وہ ایمان لے آتا ہے۔ لیکن ہندوستان اور ایشیائی ممالک میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو محض اتنی ہی بات پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور یورپ و امریکہ میں تو کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم پیشگوئیوں پر کسی کو خدا کی طرف سے مبعوث ہونے والا نہیں مان سکتے۔ کوئی ایسی بات بتاؤ۔ جو بندے دینے آپ ادا کر سکتے تھے اور وہ اس شخص نے آ کر کیا ہو۔ اور خدا کی طرف سے کسی شخص کے آئے بغیر جو کام نہیں ہو سکتا تھا وہ اس شخص نے کر دکھایا۔ کیونکہ پیشگوئیاں اک نشان ہیں اور بس۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ اس کی ضرورت کیا پڑی کہ خدا یہ پیشگوئیاں کسی شخص کو دے۔ آخر کچھ تو وجہ ہے۔ اور وہ وجہ بجز اس کے اور نہیں کہ ان لوگوں پر اس شخص کی سچائی ظاہر کی جائے۔ جو پیشگوئیوں کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے ایک گروہ ایسا بھی ہمیں نظر آتا ہے۔ جو پیشگوئیوں کو باوجود نشان ماننے کے ایمان نہیں لاتا۔ اور باایں ہمہ وہ اسی بات پر اڑا رہتا ہے۔ کہ ہمیں ایسے شخص کے آنے کی ضرورت بتاؤ۔ کیونکہ جب کسی کے آنے کی ضرورت ہی ثابت نہ ہو۔ تو اسے ماننے کی کیا ضرورت ہے ؟

سوال کیا ہونا چاہیئے یہ ان لوگوں کا نقطہ نگاہ ہے گو اس کو ہم غلط اور ناقص کہیں گے لیکن ان کے نزدیک یہ غلط اور ناقص نہیں۔ اور نہ ہی ہمارے اتنا کہہ دینے پر وہ غلط اور ناقص ہو جائے گا۔ وہ صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے دنیا میں آکے کام کیا کیا۔ تا کہ معلوم ہو سکے۔ کہ وہ ان کے آئے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ پس میرے نزدیک ان کا یہ سوال درست ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ ان کا سوال درست ہے میں پھر بھی کہوں گا۔ کہ ان کا حق نہیں کہ وہ یہ سوال کریں "حضرت مرزا صاحب نے کیا کیا"۔ کیونکہ ایسا سوال کرنے میں نقص پیدا ہو جاتا ہے اور یہ سوال غلط ہو جاتا ہے۔

وہ نقص کیا ہے ؟ یہ کہ وہ کیوں بغیر سوچے سمجھے اور بغیر تمام انبیاء کے حالات پر نظر دوڑائے ایسا سوال کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ سوال کسی عہدے کے متعلق ہو سکتا ہے نہ کہ ذات کے متعلق۔ اور جب یہ سوال صرف عہدے کے متعلق رہ گیا۔ تو پھر اس کی ضرورت سامنے آئے گی۔ کہ اس عہدہ کی کیا ضرورت تھی یا اس عہدہ پر کسی کو کھڑا کرنے کی کیا حاجت تھی۔ اس صورت میں یہ سوال یکساں طور پر تمام انبیاء پر پڑے گا۔ کہ وہ کیوں آتے رہے۔ اور آ کر کیا کرتے رہے۔ پس سوال یہ ہونا چاہیئے۔ کہ کسی بھی نبی کو خدا تعالیٰ نے کیوں بھیجا۔ اور اس نے آکر کیا کیا۔ اس میں حضرت مرزا صاحب کی خصوصیت نہیں ہونی چاہیئے۔ یہی سوال حضرت عیسیٰ (ع) کے متعلق ہونا چاہیئے یہی سوال حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہونا چاہیئے۔ یہی سوال حضرت زکریا (ع) کے متعلق ہونا چاہیئے۔ یہی سوال حضرت داؤد (ع) کے متعلق ہونا چاہیئے۔ یہی سوال حضرت موسیٰ کے متعلق ہونا چاہیئے۔ یہی سوال حضرت یوشع (ع) کے متعلق ہونا چاہیئے۔ یہی سوال حضرت ابراہیم۔ لوط۔ صالح۔ شعیب۔ نوح اور آدم علیہم السلام کے متعلق ہونا چاہیئے۔ غرض یہی سوال تمام دوسرے نبیوں کے متعلق ہونا چاہیئے۔ خواہ قرآن شریف میں ان کا ذکر مذکور ہو یا نہ ہو۔ کہ کیا غرض پیش آئی۔ جو خدا تعالیٰ نے ان کو بھیجا ؛

نبی کے کاموں سے مراد کیا ہے یہ کہنے سے میری غرض یہ نہیں۔ کہ میں الزامی جواب دوں۔ بلکہ یہ غرض ہے۔ کہ ایسے لوگوں کو اس سوال کا جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔ جو پہلے انبیاء کو مانتے ہیں۔ پھر یہ طریق میں نے اس لئے بھی اختیار کیا ہے۔ کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے دماغ میں کسی امر کے متعلق عجیب و غریب نقشہ کھینچ لیتے ہیں۔ مثلاً یہی کہ وہ خیال کر لیتے ہیں۔ نبی وہ ہوتا ہے۔ جو فلاں کام کرے۔ اب اگر وہ دنیا کی کایا بھی پلٹ دے۔ تو بھی وہ اسے نہیں مانیں گے۔ بلکہ یہی کہتے چلے جائیں گے۔ کہ جب تک وہ بات پوری نہیں ہوتی جو ہم کہتے ہیں۔ تب تک ہم نہیں مانیں گے ایسے لوگوں کی مثال حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اس نٹ سے دیا کرتے تھے۔ جو میں نہ مانوں کہا کرتا ہے۔ تماشا کرنے والا بانس پر چڑھ کر کبھی پھرکی کی طرح پیٹ کے بل اس پر پھرتا ہے۔ کبھی کھڑا ہوتا ہے۔ کبھی سر نیچے کرتا ہے۔ کبھی اوپر اٹھتا ہے۔ غرضکہ وہ کئی طرح پر اپنے کمال دکھاتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ کا ہی ایک اور شخص جو نیچے کھڑا ہوتا ہے تماشہ میں دلچسپی پیدا کرنے کیلئے ہر کھیل کے ختم ہونے پر یہ کہہ دیتا ہے۔ "میں نہ مانوں" "میں نہ مانوں" وہ غریب تو ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ کہ وہ شخص اس کے کرتب کی داد دے لیکن وہ اس کے کسی بھی کمال کو نہیں مانتا اور جب بھی وہ پوچھتا کہ کیا یہ تو مانو گے تب وہ "میں نہ مانوں" "میں نہ مانوں" کہہ دیتا ہے۔ پس ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں۔ کہ نبی خواہ کتنا بھی کام کر جائے۔ مگر چونکہ وہ ان کے اس کام کے مطابق نہیں ہوتا۔ جسے وہ اپنے خیال میں نبی کا کام سمجھے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ مانتے نہیں۔ اور اس نٹ کی طرح یہی کہتے

چلے جاتے ہیں "میں نہ مانوں" "میں نہ مانوں"۔ یہ محض نفس کا دھوکہ ہوتا ہے۔ جس میں انسان پھنس کر کام کو دیکھکر بھی یہی کہتا ہے۔ کہ کچھ نہیں ہوا۔ پس جب نفس انسان کو دھوکہ دیتا ہے کہ کام ہو سکنے کے باوجود وہ سمجھتا ہے کہ نہیں ہوا۔ تو پھر یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ایسے شخصوں سے یہ پوچھنا چاہیئے۔ کہ ان کے نزدیک نبی کا کام کیا ہے۔ اور وہ ایک نبی کے کاموں سے کیا مراد لیتے ہیں ؛

نبوت کے لئے فاتح ہونا شرط نہیں

ایسے لوگ اگر کہیں کہ نبی وہ ہوتا ہے۔ جو مخالفین کے ساتھ جنگ کر کے فتح پائے تو انہیں کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ بات درست نہیں کیونکہ دنیا میں ایسے لوگ بھی فاتح ہوئے ہیں۔ جنہیں وہ نبی نہیں مانتے۔ اور اگر یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ ہر فاتح نبی ہوتا ہے تو پھر ایسے بھی نبی ہیں جو فاتح نہیں۔ مثلاً حضرت لوطؑ (ع م) نے کوئی فتح نہیں کی۔ حضرت ابراہیم (ع م) نے کوئی فتح حاصل نہیں کی۔ حضرت نوح (ع م) فاتح نہیں تھے۔ حضرت آدم (ع م) نے بھی کوئی فتح نہیں پائی۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو بھی فتح حاصل نہیں ہوئی۔ حتےٰ کہ ان کی قوم کی بزدلی نے لڑائی کا موقعہ ہی نہ آنے دیا۔ اور لڑنے سے انکار کر دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بیشک کامیابی ہوئی آپؐ نے لڑائیاں بھی لڑیں۔ اور فتوحات بھی حاصل کیں۔ لیکن یہ صفت تمام انبیاءؑ کے متعلق نہیں ہے۔ پس معلوم ہؤا کہ نبوت سلطنت حاصل کرنے اور فتح پانے کا نام نہیں ؛

نبی کے لئے شریعت لانا ضروری نہیں

ایسا ہی ہر نبی کے لئے شریعت لانا بھی ضروری نہیں۔ کیونکہ اگر شریعت کا لانا ہی نبوت ہوتا تو تمام نبیوں کے پاس شریعتیں ہونی چاہیئے تھیں۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ بہت سے نبی ایسے ہوئے ہیں۔ جن پر کوئی کتاب شریعت کی نہیں اتری۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے۔ کہ ان بے اندازہ نبیوں میں سے صرف چند ہی نبی کتاب لائے تو یہ زیادہ موزوں ہوگا۔ حضرت ہارون (ع م) کوئی شریعت نہیں لائے۔ حضرت یوشع (ع م) کوئی شریعت نہیں لائے۔ حضرت داؤد (ع م) کوئی شریعت نہیں لائے۔ حضرت زکریا (ع م) کوئی شریعت نہیں لائے۔ حضرت یحییٰ (ع م) کوئی شریعت نہیں لائے۔ حضرت عیسےٰ (ع م) بھی ہمارے عقیدہ کے مطابق کوئی شریعت نہیں لائے۔ ایسا ہی اور بہت سے نبی ہیں جو کوئی شریعت نہیں لائے۔ لیکن اگر شریعت نبوت کے لئے ضروری ہوتی اور ہر نبی تبھی نبی ہوتا۔ جب کہ اس کے پاس شریعت ہوتی۔ تو پھر ان سب نبیوں کی نبوت کا انکار کرنا پڑے گا۔ جن کے پاس شریعت کا ہونا ثابت نہیں۔

پس پہلے اس سوال کو عام کر کے اس پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ نبی کا کام کیا ہونا چاہیئے اور پھر حضرت مرزا صاحب کے متعلق اسے پیش کرنا چاہیئے۔ جب تک یہ سوال عام نہ کیا جائے۔ اور یہ تعیین نہ کر لیا جائے۔ کہ اس قسم کے سوال سے سوال کرنے والے کی مراد کیا ہے۔ تب تک یہ فضول ہے۔ کہ اسکے جواب کی طرف توجہ کی جائے۔ کیونکہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص اپنے خیال کے ماتحت نبی کے متعلق کچھ ایسی امیدیں لگائے بیٹھا ہو۔ کہ وہ آئے گا۔ تو یہ کرے گا وہ کرے گا۔ اور ہوں وہ ساری امیدیں ایسی جو کسی صورت میں بھی نبی کی ذات کے ساتھ وابستہ نہیں کی جا سکتیں۔ اس لئے جب نبی کے آنے پر وہ پوری نہ ہوں۔ تو ایسا شخص اس نبی کو نہیں مانے گا۔ اور محض اپنے خیال کے قصور سے وہ تمام ان رحمتوں کا وارث بننے سے محروم رہ جائے گا۔ جو اس نبی کے ساتھ آتی ہیں۔ پس اس سوال کو پہلے عام کرنا چاہیئے۔ اور پھر اس قسم کے سوال کرنے والوں کے سوال کی مراد دریافت کرنی چاہیئے۔

ملکوں کا آزاد کرانا بھی نبی کا کام نہیں

بعض لوگ کہتے ہیں۔ ملک کا آزاد کرانا نبی کا کام ہوتا ہے۔ اور ایسے لوگ بھی کبھی نبی کو نہیں مان سکتے جب تک۔ کہ کوئی مدعی نبوت ان کے سامنے آ کر ملک کو آزاد نہ کر دے۔ لیکن ملکوں کا آزاد کرانا کوئی ایسا کام نہیں جو تمام انبیاءؑ میں پایا جاتا ہو۔ انبیاءؑ کی زندگیوں پر نظر ڈالنے سے بہت سے ایسے نبی نظر آئیں گے۔ جو دوسروں کے ملکوں میں رہتے اور انہیں کے آئین و قوانین کے پابند تھے۔ اور انہوں نے کبھی یہ نہ کہا۔ کہ ہم ملک کو آزاد کرانے کے لئے آئے ہیں۔ پھر ایسے بھی نبی گذرے ہیں۔ جو اپنے ملکوں میں رہتے تھے۔ لیکن ان کے ملک دوسروں کے قبضہ میں تھے۔ مگر انہوں نے کبھی یہ نہ کہا۔ کہ ہم دوسروں کا قبضہ اس ملک سے اٹھانے کے لئے مامور ہوئے ہیں پس معلوم ہؤا۔ کہ یہ کام بھی نبیوں کا نہیں۔ کہ وہ ملکوں کو آزاد کراتے پھریں۔ جب تمام کے تمام نبی نہ حکومت کے لئے آئے ہیں۔ نہ سلطنت کے لئے۔ نہ نبی کا فاتح ہونا ضروری ہے اور نہ ہی شریعت لانا تو معلوم ہؤا ان کی غرض کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ جب یہ بات ذہن نشین کر دی جائے گی۔ تو اس صورت میں ہر ایک شخص اس بات کی جستجو کرے گا۔ کہ نبی کے آنے کی اصل غرض کو دیکھے۔ اور جب لوگ اس طرف توجہ کریں گے۔ تو پھر خود مقرر کردہ امر پر نبی کی سچائی بلکہ جس غرض کے لئے کوئی نبی آیا۔ اس غرض کو مد نظر رکھکر اسے پرکھیں گے۔ نہ کہ اس وزیر کی طرح کریں گے۔ جس کا قصہ اس طرح مشہور ہے۔

ایک مدعی نبوت کا قصہ

ایک مدعی نبوت ایک بادشاہ کے پاس آیا اور آ کر کہا۔ اے بادشاہ میں نبی ہوں۔ مجھے قبول کر۔ بادشاہ نے وزیر سے اس کے متعلق پوچھا۔ وزیر نے کہا۔ کہ اے بادشاہ ابھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہکر وہ ایک پرانا زنگ خوردہ بگڑا ہؤا تالا لے آیا اور کہنے لگا۔ بادشاہ سلامت اسے کہیئے۔ اگر یہ نبی ہے۔ تو اس کو درست کر دے۔ بادشاہ نے مدعی نبوت کی طرف دیکھا تو اس نے جواب دیا۔ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ نہ کہ لوہار ہونے کا۔ مجھے اگر آزمانا ہے تو نبوت کے کسی کام پر آزماؤ۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس وزیر کے نزدیک نبی وہ ہو سکتا تھا کہ جو چاہے سو کرے۔ اسی خیال سے وہ تالا لے آیا۔ ورنہ اگر وہ یہ تعریف نہ سمجھتا تو ایسا نہ کرتا۔ یہ نبی کے متعلق غلط خیال کا ہی نتیجہ تھا ؛

نبی کے کام

پس اگر یہ فیصلہ ہو جائے کہ نبی کے کیا کام ہوتے ہیں۔ تو پھر کسی اور طرف جانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جس کام کے لئے نبی آتا ہے اسے دیکھنا چاہیئے اگر ایک مدعی نبوت اس کام کو کرے تو یقیناً وہ سچا ہے خواہ لوگوں کے دماغوں میں ہزاروں کام ایسے ہوں۔ جو نبی نے نہ کئے ہوں۔ ان سے اس کو کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی ان کی بناء پر اس کی سچائی کو یا اس کی آمد کی ضرورت کو پرکھا جا سکتا ہے۔ پس یہ سوال کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے کیا کیا۔ ہمیں عام کرنا چاہیئے۔ اور سوال اٹھانے والوں سے یہ پوچھنا چاہیئے۔ کہ وہ نبی کا ایسا کام بتائیں۔ جو پہلے انبیاءؑ نے کیا ہو۔ لیکن چونکہ جن لوگوں کو یہ سوال پیدا ہؤا۔ اور ہوتا ہے۔ وہ اس وقت میرے سامنے نہیں ہیں۔ کہ میں ان سے پوچھ سکوں۔ اور وہ دوست جس نے یہ سوال میرے سامنے پیش کیا ہے۔ شاید وہ بھی اس وقت یہاں موجود نہیں۔ اس لئے میں یہ سوال پیش کر دینے پر ہی اکتفا نہیں کرتا۔ اور نہ اس طرح اپنے آپ کو ذمہ واری سے سبکدوش سمجھتا ہوں اس لئے میں خود بتاؤں گا۔ جن کے رو سے کسی مدعی نبوت کو پرکھا جا سکتا ہے ؛

بغیر شریعت کے نبی

اس سوال پر غور کرتے ہوئے ہم صاحب شریعت نبیوں کو علیحدہ رہنے دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کے علاوہ دو اور نبیوں کو مسلمان صاحب شریعت نبی بتاتے ہیں۔ اور زبور اور انجیل دو کتابیں شریعت کی قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں کوئی شریعت کی بات نہیں۔ تاہم ہم تسلیم کر لیتے ہیں

کرائے چار نبی ہیں۔ سلسلہ موسویہ اور سلسلہ محمدیہ کے ان چار نبیوں کو الگ کر لینے کے بعد موسوی سلسلہ میں سینکڑوں ہزاروں انبیاء گذرے ہیں لیکن ان پر شریعت نہیں اتری۔ حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہم السلام پر کوئی کتاب نہیں اتری حتیٰ کہ ایک بھی حکم نہیں جو ان پر اترا ہو۔ اور نہ ہی وہ اس بات کے مدعی ہوئے اور نہ ہی مسلمانوں کا ان کے متعلق یہ دعویٰ ہے۔ کہ ان پر شریعت اتری۔ بڑی بڑی تفسیر والوں نے بھی یہی لکھا ہے۔ کہ ان پر کچھ نہیں اترا۔ اور اگر کسی نے کہا بھی کہ ان پر کچھ اترا تو انہوں نے عقلاً اور نقلاً اس کا رد کر دیا۔ اس طرح شریعت کا سوال تو اڑ گیا کیونکہ یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ان لاتعداد انبیاء میں سے سب کے سب شریعت لے کر آئے تھے۔ بلکہ یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ صرف یہی دو نبی شریعت لائے تھے اور اگر باقی دو کے متعلق بھی تھوڑی دیر کے واسطے ہم یہ تسلیم کر لیں کہ وہ بھی کتاب لائے تو دو کی جگہ چار سہی لیکن باقیوں کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ بھی شریعت لائے۔

پس شریعت کا سوال درمیان سے اڑ گیا اور معلوم ہو گیا کہ ہر نبی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ شریعت لائے بلکہ بغیر شریعت لانے کے بھی ایک نبی نبی ہو سکتا ہے۔

بغیر حکومت کے نبی

اب رہا حکومت کا سوال۔ حضرت یحییٰ (ع) اور زکریا علیہم السلام کے پاس حکومت بھی نہ تھی۔ اور نہ ہی کسی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے متعلق اس قسم کے کام تھے بلکہ قرآن کریم سے زکریا کے یہ کام معلوم ہوتے ہیں کہ انہوں نے اولاد کے لئے دعا مانگی۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی پرورش اور ان کے متعلق مشورہ میں حصہ لیا۔ نمازیں پڑھتے عبادت گاہوں میں رہتے تھے۔ اور یہ کوئی ایسے کام نہیں تھے جو دوسرے لوگ نہ کر سکتے تھے۔ دعا ہے وہ ہر ایک شخص کر سکتا اور کرتا ہے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی کفالت بھی کوئی ایسی چیز نہیں۔ ایک وارڈ (Ward) ہے اور وارڈ کوئی ایسی شے نہیں جو نبی ہی کر سکے دوسرا نہ کر سکے۔ پھر نمازیں پڑھنا اور پڑھانا۔ عبادت گاہوں میں رہنا یہ بھی ایسی باتیں ہیں کہ ہر ایک شخص کرتا اور کر سکتا ہے۔ پس ہمیں ان کے متعلق کوئی ایسا کام نظر نہیں آتا جسے دوسرے لوگ کر نہ سکتے ہوں اور دنیا والے بغیر اس کام کے کئے جانے کے رہ نہ سکتے ہوں۔ ایسا ہی بائبل ہے۔ اس سے بھی حضرت زکریا (ع) کی کوئی ایسی بات نہیں ملتی جو صرف انہی کی ذات سے پوری ہو سکتی ہو۔ بلکہ جتنی باتوں کا پتہ چلتا ہے وہ ایسی ہیں کہ سب لوگ انہیں کر سکتے ہیں۔

حضرت یحییٰ (ع) کا کام

یہی طرح یحییٰ علیہ السلام کا بھی ایک ہی کام نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ وہ لوگوں کو بتائیں۔ کہ حضرت عیسٰے (ع) آ گئے۔ اور وہ سچے ہیں۔ پس یہ بھی کوئی ایسا کام نہیں کہ دنیا اس کی محتاج ہو اور دوسرے لوگ نہ کر سکتے ہوں۔ یہی کام حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے کیا۔ حضرت یحییٰ (ع) کے متعلق اگر سید و حصوراً کہا گیا تو یہ بھی کوئی نرالی بات نہیں۔ سردار شریف الطبع بھی ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ بات بھی حضرت یحییٰ (ع) سے خاص نہ رہی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بھی یہ بات پائی جاتی ہے بلکہ بدرجہ اولیٰ آپ (ص) میں ہے۔ اور پھر جو کام حضرت یحییٰ نے نبی ہونے کی حیثیت میں کیا وہی کام آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں غیر نبی اشخاص نے کیا اور لوگوں کو کہا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آ گئے اور وہ سچے ہیں اور ایسے لوگوں کے پیشرو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم و دیگر صحابہ تھے۔

رہا یہ امر کہ حضرت عیسٰے (ع) کی صداقت کو لوگوں پر ظاہر کیا۔ تو یہ کام بھی نبیوں کا نہیں کہ وہ کسی دوسرے نبی کی صداقت کو اس طور سے ظاہر کریں۔ جس طور سے کہا جاتا ہے کہ حضرت یحییٰ (ع) نے کی۔ کیونکہ اس طرح یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ خود حضرت یحییٰ کی صداقت کس نبی نے ظاہر کی۔ پھر حضرت موسیٰ (ع) کی صداقت کس نبی نے آ کے ظاہر کی۔ حضرت ابراہیم (ع) کی صداقت کس نبی نے آ کے ظاہر کی۔ حضرت نوح (ع) کی صداقت کس نبی نے آ کے ظاہر کی۔ حضرت آدم (ع) کی صداقت کس نبی نے آ کے ظاہر کی اور پھر دوسرے بے شمار نبیوں کی صداقت کس نے آ کے ظاہر کی جو دنیا میں آتے رہے۔ پس یہ کام بھی نبوت کا کام نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کا کام ہے۔ اور نہ ہی یہ کام خاصۂ انبیاء معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب یہ کام دوسرے لوگ بھی کر سکتے ہیں۔ جو نبی نہیں ہیں اور فی الواقع وہ کرتے رہے ہیں تو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کام صرف نبیوں کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

پس اس صورت میں کسی خاص نبی کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کوئی ایسا کام نہیں کر رہا جو دوسرے نہیں کر سکتے اور صرف اس وجہ سے کہ چونکہ دوسرے لوگ بھی وہی کام کر سکتے ہیں جو یہ کر رہا ہے۔ اس کے ماننے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اگر ایک نبی کے متعلق ہم اس اصل کو قائم کرینگے اور اس کے ماتحت اس کا انکار کریں گے۔ تو یہی اصل ہمیں دوسروں کے متعلق بھی قائم کرنا پڑے گا۔ اور پھر ایک نہیں دو نہیں تمام کے تمام انبیاء کو جواب دینا پڑے گا۔ لیکن یہ بات قبول نہیں کی جا سکتی ہم باوجود اس کے پہلے نبیوں کے ایسے کام دیکھتے ہیں جو غیر نبی بھی کر سکتے اور کرتے تھے۔ انہیں نبی مانتے ہیں۔

انبیاء کے کام روحانی ہوتے ہیں نہ کہ مادی

دراصل انبیاء دنیا میں مادی کام کرنے کے لئے نہیں آتے اور نہ ہی انسان کو مادی طور پر ان کے کاموں کو دیکھنا چاہیئے۔ ان کے سب کام روحانی ہوتے ہیں۔ اور مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت زکریا۔ حضرت یحییٰ۔ حضرت سلیمان اور حضرت ہارون علیہم السلام اور دوسرے انبیاء کے آنے کی غرض کوئی مادی کام کرنا نہیں تھی بلکہ روحانی کام کرنا تھی۔ اور پھر وہ بھی کوئی ایسے نہیں۔ جو دوسرے نہ کر سکتے تھے۔ مثلاً قرآن کریم سے ایک ہی کام حضرت ہارون علیہ السلام کا نظر آتا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت موسےٰ (ع) کی غیر حاضری میں انہوں نے لوگوں سے کہا کہ بت انتے پوجو۔ کیا یہ بات کوئی غیر نبی نہیں کہہ سکتا تھا۔

پس یہ جو کہا جاتا ہے کہ جو کام مرزا صاحب نے کیا وہ مولوی بھی کر سکتے ہیں۔ اس لئے انہیں ماننے کی ضرورت نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کونسا ایسا کام کیا۔ جو کوئی غیر نبی نہ کر سکتا تھا کہ انہیں مانتے ہو۔ امامت تھی وہ غیر نبی بھی کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی نیابت کی اور بچھڑا پوجنے والوں سے کہا جلد بازی سے کام نہ لو۔ حضرت موسےٰ (ع) کو آلینے دو۔ نبی چھوڑ مولوی چھوڑ ایک عام آدمی بھی یہ کہہ سکتا تھا۔ پس ان انبیاء کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کا یہ کام نہیں۔ کہ وہ مادی کام کرے۔ بلکہ اس کے کام روحانی ہوتے ہیں۔ حضرت ہارون (ع) کے متعلق ہرگز یہ پتہ نہیں ملتا۔ کہ انہوں نے کوئی بڑا کام کیا اور نہ قرآن کریم سے نہ حدیث سے نہ انجیل سے اور نہ ہی کسی اور کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی ایسا تغیر پیدا کیا جسے ہم گنا سکیں۔ مگر خدا تعالےٰ نے انہیں نبی بنا کر بھیجا۔ اور مسلمان انہیں نبی مانتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مرزا صاحب نے ایسے کام کئے جو بعض پہلے نبیوں نے نہیں کئے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ آپ نے بعض پہلے نبیوں سے کئی گنا زیادہ ایسے کام کئے ہیں اور اگر بعض مادی نتائج بھی نظر آویں۔ تو باوجود معترضوں کے اعتراضوں کے ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں۔ اس کے لئے معیار نبوت پر بحث ہوگی۔ ورنہ پہلے اسلام کا انکار کرنا پڑے گا۔

چونکہ میرے نزدیک انبیاء کے کام مادی نہیں ہوتے روحانی ہوتے ہیں۔ اور ایسے مخفی ہوتے ہیں کہ بعض وقت وہ ظاہر بھی نہیں ہوتے۔ جیسا کہ حضرت زکریا (ع) اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق کوئی پتہ نہیں چلتا۔ کہ وہ کیوں آئے اور اور بھی کئی انبیاء ہیں جن کے آنے کے متعلق معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ان کے آنے کی کیا غرض تھی۔ ایک مولوی کی بھی ضرورت

اشتہارات

تمسکات پنجاب ۱۹۳۷ء

حکومت پنجاب قرضہ کا اعلان کیوں کرتی ہے؟

اسلئے کہ اسی صوبہ سے قرضہ لیا جائے۔ اور اسی صوبہ کی ترقی اور اصلاح میں صرف کیا جائے۔

کتنا قرضہ اور کس لیے؟

ایک کروڑ روپیہ جو وادی ستلج اور دیگر مقامات کی ایسی نہروں پر صرف کیا جائیگا۔ جو فائدہ بخش ہونگی۔

قرضہ کیلئے ضمانت کیا ہوگی؟

حکومت پنجاب کا کل مالیہ

شرح سود کیا ہے؟

۵ ½ فیصدی

مجھے روپیہ کب واپس ملے گا؟

بارہ سال کے عرصہ میں لیکن اگر آپ وادی ستلج کی نہر پر اراضی خریدینگے۔ تو اسکی قیمت کی پوری ادائگی یا اسکے جزو کی ادائگی میں آپ کے تمسکات پوری قیمت پر منظور کرلئے جائینگے۔

مجھے قرضہ کیلئے درخواست کہاں کرنی چاہیئے؟

بڑے سرکاری خزانہ یا اسکے ماتحتی خزانہ یا امپیریل بنک پنجاب کی کسی شاخ کے پاس جائیے۔

مجھے قرضہ کیلئے درخواست کسطرح کرنی چاہیئے؟

وہاں سے جو فارم آپ کو ملیگا۔ وہ آپ پُر کرکے روپیہ ادا کردیں۔

مجھے سود کب سے ملے گا؟

جس تاریخ کو آپ روپیہ ادا کرینگے اسی تاریخ سے

مجھے سود کس طریقہ سے وصول ہوگا؟

۱۵ر اکتوبر ۱۹۲۵ء تک کا سود آپ کو اُسی وقت نقد ادا کردیا جائیگا۔ جس وقت آپ روپیہ داخل کرینگے۔ اور اس کے بعد ششماہی پنجاب کے ہر ایسے خزانہ سرکار یا ماتحتی خزانہ سرکار سے ادا ہوا کریگا۔ جس کے متعلق آپ لکھیں گے کہ اسکے ذریعہ ہوا کرے۔

میں یہ قرضہ کب دے سکتا ہوں؟

۱۲ر ستمبر ۱۹۲۵ء سے ۱۵ر اکتوبر ۱۹۲۵ء تک جونہی ایک کروڑ روپیہ فراہم ہوجائے گا۔ قرضہ لینا بند کردیا جائیگا۔

مجھے کیوں قرض دینا چاہیئے؟

(الف) کیونکہ ضمانت بھی اچھی ہے۔ اور سود بھی اچھا ملتا ہے (ب) کیونکہ روپے کے بدلے میں زمین بھی ملتی ہے۔ بشرطیکہ نیلام کی بولی تمہارے نام پر ختم ہو (ج) کیونکہ اگر آپ اپنے صوبہ کی امداد کرینگے تو ایک اچھے شہری کی طرح اپنے فرض کو ادا کرینگے۔

المشتھر:- مائیلز اروِنگ سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب صیغہ مالیات،

نارتھ ویسٹرن ریلوے نوٹس

میلہ دُرگا پوجا کے موقعہ پر سو میل سے زیادہ سفر کے لئے ۱۹ر ستمبر سے لے کر ۲۶ر ستمبر تک نارتھ ویسٹرن ریلوے کے تمام سٹیشنوں سے مرقومہ ذیل نرخ پر واپسی ٹکٹ ملیں گے۔ جو اکتوبر ۱۹۲۵ء تک استعمال ہوسکتے ہیں:-

درجہ اوّل و دوم کے ٹکٹ } ایک طرف کا پورا کرایہ اور دوسری طرف کا ایک تہائی۔

درمیانہ درجہ کے ٹکٹ } آٹھ پائی فی میل کے حساب سے۔ لیکن کالکا شملہ سیکشن میں یہ کرایہ نہیں ہوگا۔ بلکہ وہاں ایک طرف کا پورا اور دوسری طرف کا ایک تہائی کرایہ لیا جائے گا۔

دفتر ایجنٹ صاحب
لاہور ۱۴ر اگست ۱۹۲۵ء

دستخط
جے۔ ایچ چیز۔ برائے ایجنٹ

باجلاس میاں عبدالمجید خان صاحب عدالتی بہادر تحصیل سلطان پور راج کپورتھلہ

سرنامل متوفی حال بذریعہ مرمت سوال نرین رائے و خوشی رام و امین چند پسران سرنامل ذات کھتری سکنہ سلطان پور۔ ڈگریداران ۔

بنام

محمد و میراں بخش و سندھی پسران اللہ دتا ذات گھمار۔ سکنہ سلطان پور مدیویان ۔

ایصال مال عـ۹

مقدمہ بالا میں حلفیہ بیان ڈگریداران سے پایا گیا ہے کہ مدیونان کی سکونت لاپتہ ہے۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا مدیونان کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ بتاریخ ۳ر اسوج ۱۹۸۲ء مطابق ۱۸ر ستمبر کو اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہوکر جواب دہی کرو۔ بصورت عدم حاضری تمہاری کارروائی حسب ضابطہ برخلاف تمہارے عمل میں لائی جاویگی تحریر ۲ر ساون ۱۹۸۲ء بکرمی۔ آج بہ ثبت دستخط ہمارے و مہر عدالت جاری کیا گیا ۔

دستخط حاکم — مہر عدالت

رشتہ کی ضرورت

ہمارے ایک مہربان چغتائی خاندان کے رشتہ کے خواہشمند ہیں۔ تمام امور بذریعہ خط و کتابت طے ہوں ۔ اکمل قادیان